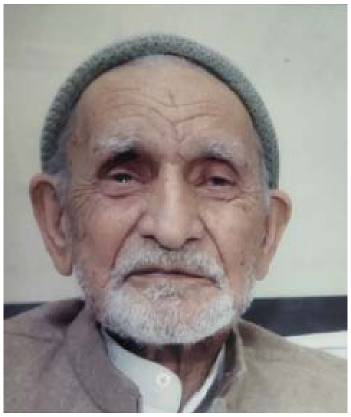

مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی


آیت اللہ العظمٰی محمد حسین نجفی


مولانا سیّد زین العابدین ترمذی

اصلاح عقائد تحریک

علامہ محمد حسین ڈھکو اور ان کے کچھ ساتھی

سیّد قمر عباس ترمذی

آیت اللہ العظمٰی محمد حسین نجفی مرحوم المعروف ڈھکو (10 اپریل 1932ء-21 اگست 2023ء) نے جب پاکستان میں بسنے والے اہل تشیع کے عقائد کی اصلاح کا عمل شروع کیا تو ان سے متاثر ہونے والوں اور عقائد کی اصلاح کی تحریک میں ان کا ساتھ دینے والوں میں مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی مرحوم (26 اکتوبر 1941ء- 17 ستمبر 2011ء) اور میرے والد محترم مولانا سیّد زین العابدین ترمذی مرحوم (15 اپریل 1917ء-16 جولائی 2009ء) بھی شامل تھے۔

مولانا زین العابدین بورے والا ضلع وہاڑی میں رہتے تھے۔ وہ بورے والا ٹیکسٹائل ملز کے ہسپتال میں بطور کلرک ملازم تھے اور شہر کی مرکزی شیعہ جامع مسجد میں امام جمعہ و جماعت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ وہ مسجد سے متصل امام بارگاہ میں مجالس بھی کثرت سے پڑھتے تھے۔ اپنی تقاریر میں وہ واجبات پر عمل کرنے اور حرام سے بچنے پر بہت زور دیتے تھے۔ ان اجتماعی دینی خدمات کا وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

مولانا زین العابدین امامیہ مشن کے مبلغ کی حیثیت سے ہر سال محرم کی مجالس پڑھنے کے لئے مختلف شہروں یا دیہاتوں میں بھی جاتے تھے اور تبلیغی مجالس پڑھتے تھے۔ امامیہ مشن کے مبلغین محرم کی مجالس پڑھنے کے لیے صرف آنے جانے کا ٹرین کی سیکنڈ کلاس کا کرایہ لیتے تھے اور کوئی فیس وغیرہ نہیں لیتے تھے۔

علامہ محمد حسین ڈھکو کی اصلاح عقائد تحریک سے پہلے مولانا زین العابدین ترمذی ہر سال 18 جیٹھ کو منعقد ہونے والے باوا صدا حسین کے جلسہ میں بھی جاتے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے وہاں جانا چھوڑ دیا۔

علامہ محمد حسین ڈھکو نے جن صحیح شیعہ عقائد کو بیان کیا مولانا سیّد زین العابدین ترمذی نے بھی اپنے خطبات اور تقاریر میں ان عقائد کو بیان کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں بے عمل اور غالی عقائد رکھنے والے شیعوں کی طرف سے ان کی سخت مخالفت کی گئی۔

یہاں تک کہ ایک دن مسجد میں انجمن حیدریہ کے کچھ عہدیدار بھی آئے اور انہوں نے نماز کے بعد کچھ عقائد کے بارے میں مولانا زین العابدین سے سوال کیے اور جواب سننے کے بعد کہا کہ آپ آئندہ مسجد میں نماز نہ پڑھائیں۔

اس کے بعد ملک کے کئی دوسرے علاقوں کی طرح بورے والا میں بھی شیعوں کے دو واضح گروپ بن گئے۔ مولانا سیّد زین العابدین ترمذی اور ان کا ساتھ دینے والوں کو ڈھکو گروپ اور وہابی شیعہ کہا جاتا تھا جب کہ ان کے مخالفوں کو غالی شیعہ کہتے تھے۔

ضلع وہاڑی میں بھی ان دنوں مسجد و امام بارگاہ پر غالیوں کا قبضہ تھا جو بنو امیہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علامہ محمد حسین ڈھکو اور مولانا زین العابدین ترمذی پر علانیہ لعن طعن کرتے تھے۔ بعد ازاں وہاڑی کے مومنین نے ماسٹر فضل حسین کی تحریک پر مسجد و امام بارگاہ کو غالیوں کے قبضہ سے چھڑوالیا۔ مولانا زین العابدین بھی وہاں چند سال جمعہ پڑھانے کے لیے جاتے رہے۔

علامہ محمد حسین ڈھکو کی اصلاح عقائد تحریک میں شامل ہونے کے بعد مولانا سیّد زین العابدین ترمذی کو ایک سال امامیہ مشن کی طرف سے راولپنڈی کے ایک گاؤں میں محرم کی مجالس پڑھنے کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے وہاں مجالس پڑھنی شروع کیں تو مجالس کی انتظامیہ نے ان سے عقائد کے بارے میں سوالات کیے اور یہ جان لینے کے بعد کہ مولانا زین العابدین کے عقائد وہی ہیں جو علامہ محمد حسین ڈھکو کے ہیں انہوں نے مولانا زین العابدین سے مزید مجالس پڑھوانے سے انکار کر دیا اور انہیں واپس جانے کے لیے کہا۔ ایک شخص نے مولانا زین العابدین کا اٹیچی کیس اٹھایا اور ان کے ساتھ انہیں چھوڑنے کے لیے چلا۔ کھیتوں کی پگڈنڈی پر چلتے ہوئے ایک جگہ پہنچ کر وہ شخص رک گیا اور سامنے اشارہ کر کے کہا کہ سڑک ادھر ہے وہاں سے آپ کو بس مل جائے گی۔ 'مجھے یہاں تک ہی آپ کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔'

مولانا زین العابدین ترمذی نے اپنا اٹیچی کیس اٹھایا اور ایک میل پیدل چلنے کے بعد سڑک پر پہنچے اور وہاں سے ضلع جھنگ میں اپنے گاؤں واڑہ چلے گئے۔ انہوں نے محرم کی باقی مجالس اپنے پھوپھی زاد بھائی سیّد محمد محسن ترمذی کے کہنے پر واڑہ میں پڑھیں اور واپس بورے والا آ کر ہمیں یہ واقعہ سنایا۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد میں اپنے نانکے شہر کبیر والا گیا تو وہاں برادری کے ایک غالی عقائد سے متاثر بزرگ نے طعن کرتے ہوئے کہا کہ تیرے باپ کو تو فلاں گاؤں سے نکال دیا تھا۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تو طائف میں لوگوں نے پتھر مارے تھے۔ یہ جواب سن کر وہ بزرگ غصے میں آ گئے اور کہا تو اپنے باپ کو رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاتا ہے۔ میں نے کہا میں ہرگز ایسا نہیں کرتا لیکن اصلاح کرنے والے کو تکالیف تو اٹھانی پڑتی ہیں اور رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی اصلاح کرنے والوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

مولانا سیّد زین العابدین ترمذی کو جب مسجد میں نماز پڑھانے سے منع کر دیا گیا تو ان کے حامی مومنین نے انجمن نوجوانان

شیعہ کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کا صدر سیّد انیس الحسن زیدی، جنرل سیکرٹری سیّد شمیم حیدر نقوی اور خزانچی سیّد کلب عباس ترمذی کو چنا گیا۔ انیس زیدی صاحب گورنمنٹ ڈگری کالج بورے والا میں بطور کلرک ملازم تھے اور ان دنوں غریب بستی جس کا نام بعد میں حبیب کالونی رکھ دیا گیا تھا میں اپنے والدین کے ساتھ رہتے تھے۔ شمیم نقوی، تقی شاہ صاحب کے فرزند تھے اور ان کا گھر عارف بازار کی پچھلی گلی میں تھا۔

ایک مومن جن کا نام سیّد شریعت حسین شاہ تھا کرایہ پر لی ہوئی ایک دکان میں خاکی کاغذ کے لفافے بناتے تھے جو دکاندار ان سے خرید کر لے جاتے تھے۔ ان کی دکان جوئیہ روڈ پر تھی جو کافی کھلا روڈ تھا۔ شریعت شاہ بوڑھے تھے اور انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ وہ مرزا عباس کے ساتھ رہتے تھے۔ مرزا عباس ساہیوال کے رہنے والے تھے اور بورے والا میں سرکاری ملازم تھے۔

شریعت شاہ نے بورے والا میں آگ پر ماتم کرنا بھی متعارف کروایا تھا۔ پہلی مرتبہ آگ پر ماتم غریب بستی میں انیس زیدی کے پڑوسی سیّد احمد رضوی کے گھر میں ہوا تھا۔ اس ماتم کا انتظام انیس زیدی نے ہی کیا تھا۔ بعد ازاں چند سال یہ ماتم انیس زیدی کے گھر میں ہوتا رہا۔ محرم کی 9 تاریخ کو رات کئی گھنٹے لکڑیاں جلاتے تھے اور 10 محرم کو علی الصبح دہکتے ہوئے کوئلے کچے صحن میں بچھا کر لوگ ماتم کرتے ہوئے ان پر سے گزرتے تھے۔ ان دنوں زنجیر زنی اور آگ پر ماتم جیسی رسموں کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں۔ کم از کم چھوٹے شہروں میں تو ایسا ہی تھا۔

شریعت شاہ کی دکان کے باہر دروازہ کے اوپر انجمن نوجوانان شیعہ کا بڑا بورڈ لگا دیا گیا اور ہر جمعرات کو حدیث کساء اور ہر امام علیہ السلام کی ولادت اور شہادت کے ایام میں وہاں مجالس ہونے لگیں جن سے مولانا زین العابدین ترمذی خطاب کرتے تھے جیسا کہ وہ اس سے پہلے مسجد اور امام بارگاہ میں مجالس پڑھتے تھے۔ سیّد زمرد حسین شاہ نقوی بھی شریعت شاہ کی دکان پر مولانا زین العابدین سے پہلے مجلس پڑھتے تھے۔ وہ محکمہ بلدیہ میں ملازم تھے اور غریب بستی میں رہتے تھے۔

انجمن نوجوانان شیعہ کی طرف سے ایک پندرہ روزہ رسالہ العمل شائع کیا جاتا تھا جس میں نہج البلاغہ سے حضرت علی علیہ السّلام کے خطبات و اقوال اور کتب احادیث سے دیگر آئمہ علیہم السلام کے اقوال نقل کیے جاتے تھے۔ اس رسالہ کو نذیر الحسنین اور کلب عباس، جو انجمن نوجوانان شیعہ کے بانیوں میں سے تھے، رانا نذیر احمد خان، جو بورے والا ڈگری کالج میں لائبریرین تھے، کے تعاون سے سائیکلو سٹائیل کروا کے مومنین کے گھروں میں تقسیم کرتے تھے۔ مولانا زین العابدین نے مولانا سیّد محمد حسین زیدی برستی کی ایک تحریر "کیا ہمارے عقائد شیخی تو نہیں!" کو بھی انجمن نوجوانان شیعہ کے پلیٹ فارم سے چھپوایا تھا اور انجمن کے کارکنوں نے اسے مومنین کے گھروں میں تقسیم کیا تھا۔ مولانا زین العابدین نے چہل حدیث کے نام سے ایک کتابچہ بھی تالیف کیا تھا۔

مولانا زین العابدین کبھی کبھار فارغ ہوتے تو اپنے دوست تقی شاہ صاحب کی دکان پر جا کر بیٹھتے تھے۔ عارف بازار میں ان کی رسالوں کی ایک دکان تھی۔ شریعت شاہ کی دکان میں انجمن نوجوانان شیعہ کا دفتر بننے کے بعد مولانا زین العابدین فارغ اوقات میں وہاں جا کر بیٹھنے لگے۔ وہ شریعت شاہ کے ساتھ مل کر لفافے بھی بناتے تھے۔ ڈھکو گروپ کے کچھ اور لوگ بھی وہاں آنے

لگے۔ وہ سب بھی لفافے بنانے میں شریعت شاہ کی مدد کرتے تھے اور ساتھ ساتھ اجتماعی مذہبی امور پر گفتگو بھی جاری رہتی تھی۔ ایک ماڈرن حقہ بھی شریعت شاہ صاحب نے دکان میں رکھا ہوا تھا جس سے لوگ محظوظ ہوتے تھے۔

1975ء کے شروع میں انجمن نوجوانان شیعہ کے صدر سیّد انیس الحسن زیدی کی تجویز پر ڈھکو گروپ کے مومنین نے علامہ محمد حسین ڈھکو کو مجلس کے لیے اپنے شہر میں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا۔ چودھری نذیر الحسنین، جو ڈھکو گروپ کے ایک سرگرم رکن تھے، اور میرے بڑے بھائی سیّد کلب عباس ترمذی علامہ محمد حسین ڈھکو کو مجلس کی دعوت دینے کے لیے سرگودھا گئے۔ وہ دونوں بالترتیب بی ایس سی اور بی اے کا امتحان دے کر چھٹیاں گزار رہے تھے اور فارغ تھے۔ سرگودھا میں وہ جامعہ محمدیہ گئے کیونکہ ڈھکو صاحب نجف میں چھ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد1960ء میں پاکستان آئے تو11 سال تک اس مدرسہ کے پرنسپل رہے تھے۔ نذیر الحسنین اور کلب عباس کو مدرسہ کے ایک سینئر طالب علم بلاک7 میں ڈھکو صاحب کے گھر چھوڑ گئے۔ تاہم ڈھکو صاحب گھر میں نہیں تھے۔ وہ مجلس پڑھنے کے لیے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ نذیر الحسنین اور کلب عباس ایک کاغذ پر مجلس کی دعوت لکھ کر ڈھکو صاحب کے گھر والوں کو دے آئے۔

انجمن حیدریہ نے امام بارگاہ میں ڈھکو صاحب سے مجلس پڑھوانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا جس پر انجمن نوجوانان شیعہ کے صدر سیّد انیس الحسن زیدی نے کہا کہ ہم امام بارگاہ کے گیٹ کا تالہ توڑ دیں گے اور مجلس کروائیں گے۔ تاہم چوہدری فدا حسین ایڈووکیٹ نے مجلس کے لیے اپنا گھر پیش کر دیا۔

ڈھکو گروپ کے مخالفوں نے دھمکیاں دیں کہ اگر ڈھکو صاحب کو بورے والا میں پڑھوایا گیا تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ یہ دھمکیاں عموماً کھوکھا بازار میں شاہ حسین سجاد کی دکان پر جا کر دی جاتی تھیں۔ شاہ حسین سجاد ڈھکو گروپ میں شامل تھے اور اپنی دکان میں پلاسٹک کی خوبصورت اشیاء بناتے اور بیچتے تھے۔ وہ بورے والا کے نواحی گاؤں میں رہتے تھے۔ ان دھمکیوں کے پیش نظر انجمن نوجوانان شیعہ کے کچھ اراکین بھی چاقوؤں سے مسلح ہو کر ڈھکو صاحب کی حفاظت کے لیے تیار ہو گئے۔

ڈھکو صاحب کے مخالفین نے تھانے میں بھی ایک درخواست دی کہ ڈھکو صاحب بورے والا میں مجلس پڑھنے کے لیے آئے تو ان کو کوئی قتل کر سکتا ہے اور یہ کہ ان کو بلانے والے اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ جو مولانا زین العابدین ترمذی کے دوست تھے اور ڈھکو گروپ میں شامل تھے مجسٹریٹ امیر علی سے ملے اور انہیں بتایا کہ مجلس کا انتظام کرنے والے شریف لوگ ہیں جب کہ ان کے مخالفین شرپسند ہیں۔ چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ دو مرتبہ وہاڑی بار ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ ان کی بات قانونی حلقوں میں سنی جاتی تھی اور وزن رکھتی تھی۔ وہ چوہدری فدا حسین جن کے گھر میں مجلس ہونی تھی کے بہنوئی تھے۔ وہ مذہبی سوچ رکھتے تھے اور شریف النفس انسان تھے۔ ان کی وجہ سے ڈھکو گروپ کے مخالفین کی درخواست پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

مقررہ دن سیّد انیس الحسن زیدی نے کچھ لڑکوں کو علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب کو لینے کے لیے بس اڈے پر بھیجا۔ تاہم ان لڑکوں نے ڈھکو صاحب کو نہیں پہچانا اور ڈھکو صاحب ٹانگہ لے کر امام بارگاہ آ گئے۔ امام بارگاہ کے مرکزی دروازہ پر تالا لگا ہوا تھا اور باہر موجود ایک شخص نے انہیں بتایا کہ یہاں مجلس کا کوئی پروگرام نہیں ہے اور یہ کہ آپ سے کسی نے مذاق کیا ہے۔ ڈھکو

صاحب وہاں سے واپس چلے تو راستہ میں سیّد مصطفیٰ زیدی کی دکان پر زیدی سائیکل ورکس کا بورڈ دیکھ کر رکے اور ان سے مجلس کے بارے میں پوچھا۔ مصطفیٰ زیدی صاحب کی سائیکل کرایہ پر دینے کی دکان تھی اور وہ خود ڈھکو گروپ میں شامل تھے۔ انہوں نے ڈھکو صاحب کو اپنی دکان میں بٹھا لیا۔

سیّد انیس الحسن زیدی کے مطابق: ”میں اڈے پر جانے کے لیے نکلا تاکہ ڈھکو صاحب کے آنے میں دیر کا سبب معلوم کر سکوں۔ مصطفیٰ زیدی صاحب نے مجھے اپنی دکان کے سامنے روک لیا اور کہا: 'یہ تمہارا انتظام ہے کہ علامہ صاحب کو لینے کوئی اڈے پہ نہیں گیا۔' میں نے ڈھکو صاحب کو اپنے ساتھ موٹر سائیکل پر بٹھایا اور چوہدری فدا صاحب کے گھر لے آیا۔ پھر میں دوبارہ گیا اور ڈھکو صاحب کی کتابوں کا بیگ اٹھا کر لے آیا۔ جن لڑکوں کو میں نے اڈے پر بھیجا تھا انہوں نے کہا ڈھکو صاحب کو ہم نے جاتے دیکھا تھا لیکن ہمارا خیال تھا کہ وہ پتلے سے ہوں گے، اس لیے ہم نے انہیں نظر انداز کر دیا۔“

مجلس سے خطاب کے دوران علامہ محمد حسین ڈھکو نے کہا ان کی مخالفت اس لیے کی جا رہی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ اصلاح مجالس و محافل میں یہ تحریر کیا ہے کہ مجالس کے لیے طے کر کے فیس لینا جائز نہیں ہے۔ ڈھکو صاحب کا کہنا تھا کہ مجلس پڑھنے والے کو چاہیے کہ لکڑیوں کا ٹال لگا لے یا کوئی اور کام کر لے لیکن مجالس کو اپنی معیشت کا ذریعہ نہ بنائے۔ البتہ اگر بانی مجلس اپنی خوشی سے کچھ دے تو مجلس پڑھنے والا لے سکتا ہے۔ اس طرح پڑھنے والے کا پڑھنا اور پڑھانے والے کا پڑھانا دونوں مقبول ہونگے۔

ڈھکو صاحب کے خطاب کا موضوع وسیلہ تھا اور انہوں نے اس وقت کے تمام متنازعہ عقائد جیسے یا علی مدد کہنا، نور یا بشر اور حاضر ناظر کی بحث، سیدزادی کا غیر سیّد سے نکاح کا مسئلہ وغیرہ کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا۔ نماز میں شہادت ثالثہ کا مسئلہ اس وقت وجود میں نہیں آیا تھا۔

علامہ محمد حسین ڈھکو نے کہا کہ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ حضرت علی علیہ السلام وسیلہ ہیں اور مدد اللہ کرتا ہے جملہ یا علی مدد کہا جا سکتا ہے۔ اس وقت ان کا یا علی مدد کہنے کے بارے میں یہ موقف تھا۔ تاہم کچھ دنوں پہلے میں نے سوشل میڈیا پر ڈھکو صاحب کا ایک کلپ سنا جس میں انہوں نے جملہ یا علی مدد کے بارے میں کہا کہ اس جملہ کی کوئی چول سیدھی نہیں ہے۔ جب سوال کرنے والے نے ان سے ان کے پہلے موقف یعنی وسیلہ سمجھ کر جملہ یا علی مدد کہنے کو جائز سمجھنے کے بارے میں پوچھا تو ڈھکو صاحب نے کہا یہ آدھی صدی پہلے کی بات ہے۔ اس وقت ہم دفاعی پوزیشن میں تھے۔ اب حالات بدل چکے ہیں۔ بہر حال اس وقت ڈھکو صاحب کی تقریر کو ان کے حامیوں نے بہت پسند کیا اور ان کے عقائد مزید پختہ ہو گئے۔

ڈھکو صاحب نے مجلس کی فیس لینے سے بھی یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ان کی کتابیں فروخت ہو گئی ہیں اور انہیں کسی فیس کی ضرورت نہیں ہے۔

پروفیسر نذیر الحسنین نے کہا: ”مجسٹریٹ امیر علی جو سنّی تھے اور جن کی بیوی سیدزادی تھی نے بھی علامہ محمد حسین ڈھکو کی مجلس سنی۔ انہیں صحن میں ایک کرسی پر بٹھایا گیا تھا جب کہ باقی سامعین دریوں پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے ڈھکو صاحب کی مجلس کو بہت پسند کیا اور چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ سے کہا 'آج سے میں شیعہ ہوں۔' ان حالات سے کئی سال پہلے ڈھکو صاحب

نے انجمن حیدریہ کی دعوت پر امام بار گاہ میں ایک مجلس پڑھی تھی۔ انجمن حیدریہ کے جنرل سیکرٹری ملک خورشید میرے دادا کو مجلس کی اطلاع دینے خود آئے تھے اور کہا تھا کہ مولوی صاحب نجف سے پڑھ کر آئے ہیں۔ اس وقت ڈھکو صاحب اتنے مشہور نہیں تھے اور نہ ہی ان کی مخالفت شروع ہوئی تھی۔ ڈھکو صاحب نے جمعہ کے روز مجلس پڑھی تھی اور جمعہ کی نماز میں کم افراد کی شرکت پر تنقید بھی کی تھی۔"

بورے والا ملز میں ایک سیّد پیر صاحب ملازم تھے جن کا نام آزاد حسین شاہ تھا۔ ان کے مرید انہیں کام نہیں کرنے دیتے تھے اور ان کے حصہ کا کام خود کر دیتے تھے۔ پیر صاحب کی رہائش بی ٹی ایم کالونی میں تھی جہاں ملز میں کام کرنے والے سینکڑوں دوسرے ملازمین بھی رہتے تھے۔ مولانا زین العابدین ترمذی بھی بی ٹی ایم کالونی میں رہائش پذیر تھے۔

پیر صاحب اہل سنت کی مسجد میں کبھی جاتے تو ہاتھ باندھ کر اور اہل تشیع کی مسجد میں کبھی جاتے تو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ اپنے سنّی مریدوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کمرے میں اکیلے ہوں تو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ پیر صاحب مجلس سننے کے لیے کبھی کبھار امام بار گاہ میں بھی آ جاتے تھے۔ پیر صاحب کے چند ایک سنّی مریدوں نے شیعہ مذہب بھی اختیار کیا تھا جنہیں پیر صاحب نے فقہی مسائل جاننے کے لیے مولانا زین العابدین کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہا تھا۔ پیر صاحب کہتے تھے میرا کام لوگوں کو مذہب اہلبیت میں داخل کرنا ہے اور پھر ان کو سنبھالنا یعنی ان کی دینی تربیت کرنا مولانا زین العابدین کا کام ہے۔ بعد ازاں پیر صاحب کے جو مرید شیعہ ہوئے تھے انہوں نے ڈھکو گروپ والے عقائد اپنا لیے تھے۔ ان میں حکیم محمد حسین جعفری اور مستری محمد حسین بھی شامل تھے۔

ڈھکو صاحب کی مجلس کی اطلاع دینے کے لیے یا شاید کسی اور کام سے میں پیر صاحب کے پاس گیا اور ان سے ہاتھ ملایا تو دوسروں کی طرح نہیں جھکا۔ پیر صاحب جو نرم گفتار تھے نے کچھ سخت لہجے میں کہا: "تمہارے عقائد تو خراب ہو گئے ہیں لیکن جھک کر ملا کرو یا ہم جھک جاتے ہیں"۔ جب میں نے ڈھکو صاحب کو پیر صاحب کی اس تنبیہ کا بتایا تو انہوں نے اس تنبیہ کو صحیح نہیں جانا اور کہا 'یا ہم جھک جاتے ہیں' تو جملہ معترضہ کے طور پر کہا ہے۔

میں ان دنوں بورے والا ڈگری کالج میں ایف اے کا طالب علم تھا۔ اس کالج میں ایک طالب علم سنّی سے شیعہ ہو گیا تھا۔ اس نے مولانا مودودی کی کتاب خلافت ملوکیت کالج کی لائبریری سے نکلوائی اور کتاب میں کچھ صفحات پر امیر معاویہ کے نام پر احترام کے حروف کاٹ کر بے احترامی کے حروف لکھ دیے۔ پڑھنے کے بعد اس نے کتاب جمع کروا دی۔ بعد ازاں کسی دوسرے طالب علم نے کتاب نکلوائی اور اس تبدیلی کو دیکھ کر شور مچا دیا۔ کالج میں ہنگامہ ہو گیا اور احتجاج کرنے والوں نے کلاسز کے کمروں کے باہر گراؤنڈ میں شیعہ لڑکے پر حملہ کر دیا۔ وہ لڑکا بر آمدے کی طرف بھاگا تو حملہ آور بھی اس کے پیچھے بھاگے۔ بر آمدے میں کچھ لڑکوں نے بیچ بچا کرانے کی کوشش کی اور اس طرح وہ لڑکا جان بچا کر بھاگ گیا۔

تھانیدار نے ایک سپاہی بھیج کر مولانا زین العابدین ترمذی کو تھانے بلایا اور پوچھا کیا آپ کے مذہب میں کسی کتاب پر کسی کے نام کے ساتھ احترام کے الفاظ کاٹ کر بے احترامی کے الفاظ لکھنا جائز ہے۔ مولانا زین العابدین نے کہا ہمارے مذہب میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ تھانیدار نے کہا بس میں نے یہی معلوم کرنے کے لیے آپ کو بلایا تھا۔ اس وقت فرقہ پرست اتنے مضبوط نہیں

تھے جتنے آج ہیں اس لیے شہر میں مزید کشیدگی نہیں پھیلی۔

اگرچہ انجمن حیدریہ کے کچھ عہدیداروں نے مولانا زین العابدین ترمذی کو مسجد میں نماز پڑھانے سے روک دیا تھا تاہم چند سال بعد انجمن حیدریہ کے صدر جن کا نام اسد اللہ خان تھا اور جو اوٹی ماسٹر مشہور تھے فوت ہوئے تو ان کی وصیت کے مطابق مولانا زین العابدین ترمذی نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ حالانکہ ان دنوں مسجد میں متعین مولوی صاحب بھی موجود تھے اور ایک اور مولوی صاحب انجمن حیدریہ کی دعوت پر محرم کی مجالس پڑھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انجمن حیدریہ اگرچہ مولانا زین العابدین کے عقائد کی مخالف تھی لیکن اسی انجمن کے صدر کا وصیت کرنا کہ میرا جنازہ مولانا زین العابدین پڑھائیں مولانا زین العابدین کے مضبوط کردار کے باعث تھا جو انہوں نے بورے والا میں ملازمت کے سلسلہ میں اپنے 28 سال (1956ء–1984ء) کے طویل قیام کے دوران پیش کیا۔

مولانا زین العابدین کے مسجد و امام بارگاہ حیدریہ سے علیحدہ کیے جانے کے بعد ڈھکو گروپ کے مومنین نے مولانا اعجاز ٹاٹے پوری کو محرم پڑھنے کی دعوت دی اور محرم کی مجالس کا انعقاد سیّد علی عباس المعروف کونین شاہ کے گھر کے صحن میں ہوا۔ سیّد علی عباس موٹر مکینک تھے اور ان کا گھر بس اڈے کے پاس تھا۔ وہ سعودی عرب یا دبئی بھی کچھ عرصہ رہ کر آئے تھے اور وہاں سے اس وقت کے لحاظ سے ایک ماڈرن اور خوبصورت بس بھی لائے تھے۔ یہ بس وہ ملتان-پاک پتن روٹ پر چلاتے تھے۔ دوسرے سال محرم کی مجالس سیّد نذیر حسین رضوی کے گھر میں شروع ہوئیں۔ ان کے گھر جو شہر کے اندر تھا کے قریب ایک دیوبندیوں کا مدرسہ تھا۔ مدرسہ کے پرنسپل نعمانی صاحب نے اے سی کو درخواست دے دی کہ مجالس میں لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جاتا ہے جس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے۔ اے سی نے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی اجازت کینسل کر دی۔ چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ، چوہدری فدا حسین ایڈووکیٹ، انجمن نوجوانان شیعہ کے صدر سیّد انیس الحسن زیدی، جنرل سیکرٹری سیّد شمیم حیدر نقوی، نذیر الحسنین اور سیّد کلب عباس اے سی کے پاس گئے۔ پروفیسر نذیر الحسنین کے مطابق: "چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ کی اے سی کے ساتھ تکرار ہوئی جس پر چوہدری ظفر صاحب نے اے سی کے خلاف سخت الفاظ استعمال کیے اور وہیں کھڑے ہوئے اپنے ساتھ آنے والے لڑکوں سے کہا: 'جاؤ اور لاؤڈ سپیکر استعمال کرو میں دیکھتا ہوں کون روکتا ہے۔' اس دن مجلس میں لاؤڈ سپیکر استعمال کیا گیا۔ تاہم اگلے دن نذیر حسین رضوی کے گھر پر حملہ ہونے کے خطرہ کے پیش نظر مجالس کو پھر سیّد علی عباس کے گھر میں منتقل کر دیا گیا۔"

علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب کی اصلاح عقائد کی تحریک سے پہلے مولانا زین العابدین نے بورے والا کے مومنین کے تعاون سے امام بارگاہ میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور ایک مولوی صاحب کو مدرس تعینات کیا تھا۔ لیکن یہ مدرسہ کئی سال چلنے کے بعد بند ہو گیا تھا۔

مسجد سے علیحدہ کیے جانے کے بعد مولانا زین العابدین نے مدرسہ کے قیام کی کوششوں کو دوبارہ شروع کر دیا کیونکہ وہ لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے شہر میں مدرسہ کے قیام کو بہت ضروری سمجھتے تھے۔ چوہدری فدا حسین ایڈووکیٹ نے مدرسہ کے لیے زمین دی اور مومنین کے تعاون سے مولانا زین العابدین وہاں مدرسہ جعفریہ بنانے میں کامیاب ہو گئے اور محرم کی مجالس مدرسہ میں ہونے لگیں۔ علامہ محمد حسین ڈھکو نے اس مدرسہ میں تین سال محرم پڑھا۔ وہ محرم پڑھنے کے لیے

بورے والا سے تیس میل دور چیچہ وطنی شہر میں آتے تھے تو بورے والا کے مومنین بھی انہیں اپنے مدرسہ میں محرم پڑھنے کے لیے بلا لیتے تھے۔ اگرچہ ڈھکو صاحب فیس طے کرتے تھے نہ مانگتے تھے تاہم بورے والا کے مومنین اپنے طور پر انہیں محرم کی مجالس پڑھنے کا چار ہزار روپیہ دیتے تھے۔

1983ء میں چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ نے اپنے گھر میں ایک مجلس کا انعقاد کیا اور علامہ محمد حسین ڈھکو کو پڑھنے کے لیے بلایا۔ میں ان دنوں چوہدری ظفر علی ایڈووکیٹ کے ساتھ ان کے جونیئر کی حیثیت سے کام کرتا تھا اور روزانہ ان کے پاس وہاڑی ڈسٹرکٹ کورٹس میں جاتا تھا۔ چوہدری صاحب نے مجھے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دینے کا کہا۔ جب میں نے ڈھکو صاحب کو تقریر کرنے کے لیے بلایا تو اس وقت کے رواج کے مطابق کچھ تعریفی القابات بھی ان کے نام کے ساتھ استعمال کیے۔ ڈھکو صاحب نے سٹیج پر آ کر سب سے پہلے اپنے نام کے ساتھ تعریفی القابات لگانے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔

1983ء میں ہی مولانا زین العابدین زیادہ بیمار ہوئے تو انجمن حیدریہ کے جنرل سیکرٹری ملک خورشید ان کی عیادت کے لیے ہمارے گھر آئے۔ وہ مولانا زین العابدین کے لیے دیسی گھی بھی لائے تھے۔ ڈھکو گروپ کے ایک اور مخالف، ذاکر محمد حیات سعید، جو بی ٹی ایم کالونی کے اسی بلاک میں رہتے تھے جس میں ہم رہتے تھے بھی اپنے ایک سوزی کے ساتھ مولانا زین العابدین کی عیادت کے لیے آئے۔

مولانا زین العابدین ترمذی1984ء میں بورے والا سے اسلام آباد شفٹ ہو گئے تو وہ اسلام آباد/راولپنڈی میں رہنے والے بورے والا کے مومنین سے مدرسہ جعفریہ کے لیے چندہ لے کر بورے والا بھیجتے تھے۔ پھر کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر مدرسہ بند ہو گیا اور تیس سال بند رہنے کے بعد دوبارہ کھول دیا گیا۔

سیّد انیس الحسن زیدی کے مطابق: "اب مدرسہ میں30 طالب علم زیر تعلیم ہیں اور چوہدری فدا حسین ایڈووکیٹ نے وہاں ایک چھوٹی مگر بہت خوبصورت مسجد بھی بنائی ہے۔"

اسلام آباد میں ڈھکو صاحب جب بھی مجلس پڑھنے کے لیے آتے تو مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی کے گھر میں ٹھہرتے تھے۔ سیّد عمار رضا کاظمی کے مطابق: "علامہ محمد حسین ڈھکو کا مجالس پڑھنے کے لیے اسلام آباد آنے کا سلسلہ1971ء سے جاری تھا۔ انہوں نے مختلف مواقع پر مجالس کے علاوہ دو عشرہ محرم بھی G-10/1 سیکٹر کے بلتستانی امام بارگاہ میں پڑھے اور کراچی کمپنی کے امام بارگاہ الصادق میں پانچ روزہ مجالس بھی پڑھیں۔ کاظمی صاحب ہر جگہ ڈھکو صاحب کو مجلس پڑھنے کے لیے لے کر جاتے تھے۔" دوسرے صحیح العقائد علماء بشمول قائد ملت مفتی جعفر حسین بھی ثقلین کاظمی صاحب کے گھر میں ٹھہرتے تھے۔

مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی سروے آف پاکستان میں ملازم تھے۔ انہوں نے بہت سے بے روزگار افراد کو اپنے دفتر میں بھرتی کروایا تھا۔ انہوں نے اپنے دفتر میں کوشش کر کے شیعہ ملازمین کے لیے علیحدہ مسجد بھی بنوائی تھی اور وہ وہاں ظہرین کی باجماعت نماز بھی پڑھاتے تھے۔

نجابت خان کے مطابق: "1960ء کی دہائی میں جب G-6/2 سیکٹر میں شیعہ مرکزی جامعہ مسجد اور امام بارگاہ جگہ الاٹ

ہونے کے باوجود تعمیر نہیں ہوئے تھے تو مولانا ثقلین کاظمی نے کوشش کر کے وہاں ٹین کی چھت کے نیچے باجماعت نماز کا انتظام کیا۔ بعد ازاں وہاں مسجد اور امام بارگاہ کی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ تحریک ختم نبوت کے دوران مولانا ثقلین کاظمی گرفتار ہوئے تو انہوں نے جیل میں بھی باجماعت نماز کا اہتمام کیا۔"

مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی G-6/2 سیکٹر میں سرکاری مکان میں رہتے تھے۔ ان کے مکان کا صحن کافی کشادہ تھا۔ ان کا گھر اسلام آباد / راولپنڈی میں ایک مؤثر تبلیغی مرکز بن گیا تھا۔ وہ مومنین جن کے گھر چھوٹے تھے عموماً قرآن خوانی اور مجالس کا اہتمام کاظمی صاحب کے گھر میں کرواتے تھے۔

یہاں تک کہ 1987ء میں میری شادی ہوئی تو ولیمہ کی دعوت ان کے گھر میں منعقد ہوئی جس سے چکوال کے مولانا محی الدین کاظم نے خطاب کیا اور تحریک جعفریہ پاکستان کے اس وقت کے سینئر نائب صدر علامہ ساجد نقوی نے دعا کروائی۔ بعد ازاں کاظمی صاحب کے ایک اور معتقد خاص نجابت خان کے بھائی ذوالفقار علی کی شادی 1988ء میں ہوئی تو ان کی دعوت ولیمہ بھی کاظمی صاحب کے گھر میں ہوئی جس میں قاری علی عابد نقوی نے تلاوت کی اور راولپنڈی کے مولانا محمد حسن جعفری نے خطاب کیا۔

مولانا ثقلین کاظمی کے گھر میں ہر وقت چولہے پر دیگچی میں گرم پانی موجود رہتا تھا کیونکہ مومنین آتے رہتے تھے اور ہر ایک کو چائے پیش کی جاتی تھی۔ اسلام آباد / راولپنڈی کے مومنین کے لیے کاظمی صاحب اور ان کے گھر والوں خصوصاً ان کی زوجہ محترمہ مرحومہ کی خدمات بے مثال ہیں۔ کاظمی صاحب کے جتنے بھی مہمان آ جاتے ان کے کھانے اور چائے وغیرہ کا انتظام کرتے ہوئے کاظمی صاحب کی زوجہ کے ماتھے پر کبھی شکن نہیں آئی۔ کاظمی صاحب کی زوجہ محترمہ کا انتقال 2014ء میں ہوا۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔

مولانا ثقلین کاظمی نے ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں اور دیہاتوں میں جا کر شیعہ مدارس کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں اور امامیہ مدارس کے نام سے ایک کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں انہوں نے ہر مدرسہ کے بارے میں ہمہ گیر معلومات درج کیں جیسے پرنسپل کون ہے، مدرسین اور طلبا کی تعداد کتنی ہے، زمین کس نے دی، مدرسہ کی بنیاد کس نے رکھی وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتاب ہر دور میں پاکستان کے شیعہ مدارس کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کے لیے ایک خزانہ ہے۔

مولانا ثقلین کاظمی نے امامیہ ڈائریکٹری کے نام سے بھی ایک کتاب تالیف کی جس میں پاکستان بھر کے شیعہ علمائے کرام کے نام اور شیعہ کتب خانوں کے بارے میں معلومات لکھیں۔ امامیہ ڈائریکٹری میں انہوں نے راولپنڈی / اسلام آباد کے اضلاع میں عزاداری کی مفصّل تاریخ لکھی، تمام مساجد اور امام بارگاہوں کے نام اور جگہیں جہاں وہ واقع ہیں تحریر کیں اور عزاداری کے جلوسوں کے بارے میں بھی چھوٹی بڑی تمام معلومات درج کیں۔ یہ معلومات انہوں نے خود متعلقہ جگہوں پر جا کر اکٹھی کیں۔

ان کتابوں سے پہلے مشہور کتاب تذکرہ علمائے امامیہ مولانا عارف حسین نقوی اور مولانا ثقلین کاظمی کی مشترکہ کاوشوں کے نتیجہ میں وجود میں آئی۔ مولانا ثقلین کاظمی نے ایک کتاب کشکول بھی تالیف کی جس میں شیعت کی تاریخ، عقائد اور احکام وغیرہ بیان کیے۔ نماز شیعہ کے نام سے بھی انہوں نے ایک کتاب تالیف کی جس میں دعائیں، نکاح، تلقین اور متعلقہ مسائل تحریر

کیے۔ اسلام آباد/راولپنڈی کے مومنین کے لیے انہوں نے نماز کے اوقات بھی مرتب کیے۔

مولانا ثقلین کاظمی نے مومنین کے لیے سماجی خدمات بھی انجام دیں۔ بہت سے مومنین کے بچے بچیوں کے رشتے انہوں نے کروائے۔ اپنے وسیع تعلقات کی وجہ سے وہ مومنین کے لیے ہمیشہ مددگار رہے۔

مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی نے اسلام آباد میں 1987ء میں اپنے چند مخلص دوستوں کے مشورہ کے ساتھ سالانہ دس روزہ تبلیغی مجالس برائے ایصال ثواب مرحومین کا آغاز کیا۔ کاظمی صاحب کے ان مخلص دوستوں میں خود ان کے مطابق مولانا سیّد زین العابدین ترمذی بھی شامل تھے۔

پہلے سال یہ دس روزہ سالانہ مجالس اسلام آباد کے مرکزی امام بارگاہ G-6/2 سیکٹر میں منعقد ہونا شروع ہوئیں۔ جس دن علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب مجلس پڑھنے کے لیے ممبر پر تشریف لائے تو غالیوں کے ایک گروہ نے ممبر کے قریب کھڑے ہو کر ماتم شروع کر دیا۔ انہوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور ڈھکو صاحب کو مجلس نہیں پڑھنے دی۔ اس صورت حال میں ڈھکو صاحب اور ان کو سننے کے لیے بڑی تعداد میں جو لوگ آئے تھے ان سب کو مولانا ثقلین کاظمی اپنے گھر لے گئے۔ ان کا گھر امام بارگاہ کے قریب واقع تھا۔ ڈھکو صاحب نے کاظمی صاحب کے گھر میں مجلس پڑھی۔ پھر دو سال یہ مجالس علامہ شیخ محسن علی نجفی کے مدرسہ جامعہ اہلبیت میں منعقد ہوئیں۔ اور اس کے بعد دوبارہ امام بارگاہ میں ہونے لگیں۔

ڈھکو صاحب نے1980ء میں فقہی مسائل پر ایک کتاب قوانین شریعہ فی فقہ جعفریہ (توضیح المسائل) کے نام سے دو جلدوں میں لکھی جس کے بعد ان کی تقلید شروع ہو گئی اور وہ آیت اللہ العظمیٰ کے منصب پر فائز ہو گئے۔ تاہم اصلاح عقائد مہم میں ان کا ساتھ دینے والوں کی بڑی اکثریت فقہی مسائل میں عراق، ایران کے ان مراجع کرام کی تقلید پر ہی رہی جن کے ساتھ وہ پہلے سے وابستہ تھی۔

علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب کی اصلاح عقائد تحریک سے پہلے کچھ معروف شیعہ علماء جیسے علامہ سیّد محمد یار شاہ نقوی، علامہ سیّد گلاب علی شاہ نقوی، علامہ حافظ سیف اللہ وغیرہ نے بھی صحیح عقائد بیان کیے۔ مولانا سیّد محمد حسین زیدی برستی، جن سے ہماری عزیز داری تھی، نے بھی ڈھکو صاحب کے دور میں شیخیت کے خلاف کتابیں لکھیں۔ تاہم ان تمام محترم مذہبی شخصیات کی کاوشوں کے اثرات محدود پیمانے پر ہوئے۔ جب کہ ڈھکو صاحب کی تقریروں اور تحریروں یعنی کتابوں کے اثرات بہت بڑے پیمانے پر ہوئے۔ یہاں تک کہ اس وقت کے صحیح العقائد معروف اور سینئر شیعہ علماء کی پہچان بھی ڈھکو گروپ کے نام سے ہوتی تھی۔

شیعہ قائدین علامہ سیّد محمد دہلوی مرحوم، علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم، علامہ سیّد عارف حسین حسینی شہید اور علامہ سیّد ساجد علی نقوی کے ادوار میں ہونے والے تمام قومی احتجاجوں اور اجتماعوں میں علامہ محمد حسین ڈھکو شریک ہوتے تھے اور ان مواقع پر کیے جانے والے فیصلوں میں ان کا اہم کردار ہوتا تھا۔ مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی اور مولانا سیّد زین العابدین ترمذی بھی تمام قومی پروگراموں میں شرکت کرتے تھے۔

80 –1970ء کی دہائیوں میں پاکستان کے اہل تشیع میں پائے جانے والے غلو اور تفویض کے عقائد کے خلاف کامیاب

تحریک چلانے کا کریڈٹ علامہ محمد حسین ڈھکو کو جاتا ہے اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے ڈھکو صاحب کا ساتھ دیا اور مولانا سیّد محمد ثقلین کاظمی اور مولانا سیّد زین العابدین ترمذی بھی انہی میں سے ہیں۔

آیت اللہ العظمیٰ محمد حسین ڈھکو کی مندرجہ ذیل کتابوں کے نام انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

1- تفسیر فیضان الرحمٰن (دس جلدیں)
2- مسائل الشریعہ (اردو ترجمہ وسائل الشیعہ)
3- کواکب مضیئہ (اردو ترجمہ الجواہر السنیہ فی احادیث القدسیہ)
4- احسن الفوائد فی شرح العقائد (اردو شرح اعتقاداتِ شیخ صدوق)
5- اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ
6- اعتقادات امامیہ (اردو ترجمہ و شرح رسالۂ لیلیہ از علامۂ مجلسی)
7- قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ (2 جلدیں)(توضیح المسائل مفصل)
8- خلاصۃ الاحکام (توضیح المسائل مختصر)
9- اسلام اور حرمت غنا
10- اسلام اور حرمت ریش تراشی
11- اسلام اور وجوب نماز جمعہ
12- عقد الجمعان (اردو ترجمہ مفاتیح الجنان)
13- زاد العباد لیوم المعاد
14- سعادت الدارین فی مقتل الحسین (ع)
15- فیض الرحمٰن (اردو ترجمہ لؤلؤ و المرجان)
16- حالات شہدائے خمسہ
17- اثبات الامامۃ
18- تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین
19- تجلیات صداقت فی جواب آفتاب ہدایت
20- تنزیہ الامامیہ فی جواب مذہب شیعہ
21- تنزیہ الامامیہ فی جواب مذہب شیعہ و تحفۂ حسینیہ
22- ختم نبوت بر ختمی مرتبت (ص)
23- آداب المفید و المستفید (اردو ترجمہ منیۃ المرید)
24- اصلاح المجالس و المحافل

25- اصلاح الرسوم الظاہرہ بکلام العترت الطاہرہ

26- اقامۃ البرہان علی بطلان التصوف والعرفان

مندرجہ بالا کتابوں میں سے 12 نمبر اور 15 نمبر والی ترجمہ کی گئی کتابوں کو نہیں چھپوایا گیا کیونکہ ان کتابوں کے تراجم اور لوگوں نے بھی کیے تھے اور وہ چھپ چکے تھے۔

نوٹ: مندرجہ بالا تحریر مؤلف کے اپنے مشاہدات اور تاثرات پر مبنی ہے۔ مندرجہ ذیل افراد نے بھی معلومات فراہم کیں یا ان کی تصدیق کی:

1: سیّد انیس الحسن زیدی (بورے والا)

2: پروفیسر نذیر الحسنین (بورے والا، حال لاہور)

3: سیّد کلب عباس ترمذی (بورے والا، حال راولپنڈی)

4: نجابت خان (بورے والا، حال راولپنڈی)

5: سیّد عمار رضا کاظمی (اسلام آباد)

20 ستمبر 2023ء

راولپنڈی